© rasailojaraid.com

بحث و نظر

سلسلہ نمبر 2

جناب مفتی مختار اللہ جہانگیروی حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اختلافِ مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کی تحقیق

(قسط نمبر 4)

(۸)۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا جواب: جب ان سے حدیث کریبؒ سے استدلال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے جواب دیا کہ قائلین با اعتبار اختلاف مطالع نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور حدیث اس کو متحمل ضرور ہے لیکن نافین اعتبار اختلاف مطالع اس کا وہ جواب دے سکتے ہیں جو امام نوویؒ نے اس حدیث کے ذیل میں بعض شافعیہ سے نقل کیا ہے۔ وقال بعض اصحابنا تعم ابن عباس بخیرکریبؒ لانه شهادة فلايثبت بواحد اور حدیث اس کو بھی متحمل ہے تو فاذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال اسی طرح هكذا امرنارسول الله علیہ میں دونوں احتمال ہیں۔ (امداد الفتاوی ۲/۱۰۹)

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس مشہور قاعدہ سے رد فرمایا کہ جب کوئی نص کئی احتمالات کو متحمل ہو اور وہ احتمالات باہمی متعارض ہوں تو اس سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہاں بھی دونوں جگہ (شھادۃ کریبؒ کو رد کرنا اور ھکذا امرنا رسول اللہ علیہ) دو دو احتمالات ہیں اسلئے یہ بھی نا قابل استدلال ہے۔

(۹)۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے امام ابو جعفر الطحاوی صاحبؒ کا ایک جواب نقل کیا ہے کہ "واجاب الطحاوی فی مشکله عن حدیث کریب بانه کان قدفات وقت استعمال الصيام بتلك الرؤية" (اوجز المسالک ۳/۷) ترجمہ: امام ابو جعفر طحاویؒ نے مشکل الآثار میں حدیث کریب کا یہ جواب دیا ہے کہ اس رؤیت سے روزے کے نفاذ کا وقت ختم ہو چکا تھا، اسلئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت کریبؒ کی شہادت کو قبول نہ کیا۔

(۱۰)۔ علامہ خلیل احمد السھارنپوریؒ مذکورہ حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"قلت ویمکن ان یقال ان ابن عباسؓ لم یقبل ھذہ الشھادۃ لانھافات حملھا فاذاقبل ھذہ الشھادۃ کانہ ویقبل علی الافطارولایقبل شھادۃ الواحدعلی الفطر" (بذل المجہود: ۳/۱۴۴) (ترجمہ) میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ بیشک عبداللہ بن عباسؓ نے اس شہادت کو قبول نہیں کیا اسلئے کہ اسکا محمل ختم ہو چکا تھا اور اگر اس شہادۃ قبول فرماتے تو یہ ایسا ہوتا کہ گویا آپؓ نے افطار کرنے پر قبول کر لیا جبکہ ایک شخص کی گواہی افطار (عید) کیلئے نا قابل قبول ہے۔

(۱)۔ محدث الکبیر علامہ محمد یوسف البنوریؒ حدیث بالا کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اختلاف مطالع کو اعتبار دینے والوں کا مستدل جیسا کہ علامہ زیلعیؒ نے ذکر کیا ہے جبکہ یہ حدیث متون کے مسئلہ کے مخالف ہے تو اس کا جواب یہ دیا جائیگا "بانہ لادلیل فیہ لأنہ لم یشھدعلی شھادۃ غیرہ ولاعلی حکم الحاکم ولئن سلم فلانہ لم یأت بلفظ الشھادۃ ولئن سلم فھو واحد لایثبت بشھادتہ وجوب القضاء علی القاضی کمااجاب عنہ ابن الھمام فی الفتح وابن نجیم فی البحربلفظہ ذکرتُ" (ترجمہ: اس میں کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ آپؓ نے نہ غیر کی گواہی پر گواہی دی اور نہ حاکم کے حکم پر گواہی دی اور اگر تسلیم کیا جائے تو انہوں نے اسمیں لفظ شھادۃ سے شھادۃ نہیں دی اور اگر اسکو بھی تسلیم کر لیا جائے تو آپ اکیلے ہیں اور ایک شخص کی گواہی سے قاضی پر حکم صادر کرنا واجب نہیں ہوتا، اسی طرح ابن ھمام نے فتح میں جواب دیا ہے اور ابن نجیم نے بحر میں اور انہی الفاظ سے میں نے ذکر کیا۔ ان جوابات سے اچھی طرح یہ بات عیاں ہوئی کہ اس روایت سے استدلال کر کے اختلاف مطالع اعتبار کو ثابت کرنا کچھ بعید از انصاف معلوم ہوتا ہے۔

(۲)۔ دوسرا استدلال علامہ ابن رشد اندلسی کے فرمان سے ہے: چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: "اجمعواعلی انہ لایراعی ذلک فی البلدان النائیۃ کالاندلس والحجاز" (بدایۃ المجتہد ۱/۲۷۸) (ترجمہ: اس پر تمام متفق ہیں کہ دور دراز مسافت پر واقع شہروں میں جیسے کہ حجاز اور اندلس ہیں ایک جگہ کا حکم رؤیت دوسری جگہ نہیں لگایا جائے گا۔

(۳)۔ تیسرا استدلال حافظ ابن عبدالبر کے قول کرتے ہیں: "اجمعوا علی انہ لایراعی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لروية فيما بعد من البلدان كخراسان واندلس" (فتح الباری ۴/ ۱۰۵ و اوجز المسالک ۳ /۶)

ترجمہ : اس پر سب کا اجماع ہے کہ جن شہروں میں اتنی دوری ہو جیسے خراسان اور اندلس تو وہاں یک شہر کی رؤیت کا دوسرے شہر میں رعایت (قبول) نہ کی جائے گی۔ ان دونوں محققین ائمہ کے ان عبارات سے اختلاف مطالع کو اعتبار دینے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ جو بظاہر معلوم ہوتا ہے۔

الجواب : مگر ان ائمہ کرام کے اس دعویٰ میں دو احتمالات ہیں : (۱)۔ اجماع سے مراد تمام امت کا اجماع مراد ہے تو اس کو علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے چیلنج کیا ہے اور کہا کہ اجماع کی حکایت غلط ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام امت کا اختلاف مطالع کے اعتبار سے اجماع کا دعویٰ کرنا حق سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ ماقبل صفحات سے معلوم ہوا ہو گا۔

(۲)۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس اجماع سے مذہب مالکیۃ کے ائمہ اور فقہاء کا اجماع مراد ہے، جو علامہ ابن رشدؒ کے کلام کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے اور اسی کو علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم ۳ / ۱۱۳ میں اور علامہ محمد برھان الدین سنبھلی نے رؤیت ھلال کا مسئلہ عصر حاضر کے وسائل اور ترقیات کی روشنی میں ص ۱۳۰ پر ترجیح دیا ہے۔ مگر اس احتمال والی اجماع کا دعویٰ کرنا بھی بعید ہے اس لئے ماقبل صفحات میں مذھب مالکی کا مفتی بہ قول جو علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد المالکی کی کتاب شرح صغیر ۱ : ۱ / ۶۸۴ اور خود حافظ ابن عبد البر القرطبیؒ کی کتاب الکافی : ۱ / ۲۹۱ اور حافظ ابن حجر کی شہر آفاق کتاب فتح الباری ۴ / ۱۲۳ دور حاضر کے محقق شیخ وھبہ الزحیلی کی الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲ / ۶۰۶ کے حوالہ ذکر ہوا کہ مالکیۃ کی مفتی بہ رائے اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے' جو اس اجماع کی تردید کرتا ہے بلکہ اگر یوں کہا جاتا کہ مالکیۃ کا اجماع اختلاف مطالع کے عدم اعتبار پر ہے تو مناسب ہو گا۔ لہذا علامہ ابن رشد اور حافظ ابن عبد البر کے اس دعویٰ اجماع کو مستدل بناء کر پیش کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

(۴)۔ چوتھا استدلال علامہ ابو بکر الکاسانیؒ کی اس تفصیل سے دلیل پکڑتے ہیں جو انہوں نے تحریر فرمائی ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگوں نے تیس روزے رکھے اور دوسرے شہر کے لوگوں نے ۲۹ روزے رکھے اگر پہلے شہر میں یقینی ذریعہ سے رؤیت متحقق ہو جانے کی بناء پر روزے رکھے گئے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تب تو دوسرے شہر کے لوگوں کو ایک روزہ قضا کا ضرور رکھنا چاہئیے، اس لئے کہ ان لوگوں نے رمضان میں (پہلے دن کا) ایک روزہ نہیں رکھا، کیوں کہ رمضان کی آمد ہو چکی تھی پہلے شہر میں رؤیت ہو جانے کی بنا پر اور دوسرے شہر میں چاند نظر نہ آنے سے حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا اس لئے کہ کسی جگہ عدم رؤیت سے اسکی نفی نہیں ہو جاتی لیکن یہ اس وقت "اذاکان المسافة بین البلدتین قریبة لاتختلف فیها المطالع فامااذاکانت بعیدة فلایلزم احدالبلدتین حکم الاخرلان مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تختلف فیعتبر فی اهل کل بلدٍ مطالع بلادهم دون الاخر" (بدائع الصنائع ۲/۸۲)

ترجمہ: جب دونوں شہروں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہوبلکہ دونوں شہر اتنے قریب ہوں کہ مطلع نہ بدل جاتا ہو اور اگر دونوں شہروں میں فاصلہ زیادہ ہو تو یہاں کا حکم وہاں نافذ ہونا ضروری نہیں ہوگا اس لئے کہ طویل مسافت پر شہروں کے مطالع بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر جگہ اسی مقام کے مطلع کا اعتبار ہوگا، دوسری جگہ کا نہیں۔ قلتُ ظاہری طور پر واقعی اختلاف مطالع کے اعتبار دینے کی تائید کرتی ہے مگر غور وفکر کے ساتھ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اعتبار دینے یا نہ دینے کی کوئی بات نہیں کی۔ چنانچہ محقق العصر مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: "بدائع کی پوری عبادت پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا بیان مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر دو شہر آپس میں اتنے قریب ہوں کہ ان میں اختلاف مطالع کا کوئی امکان نہ ہو تو یہ دونوں ایک ہی شہر کے حکم میں ہوں گے، یعنی ایک شہر میں ثبوت رؤیت کی خبر دوسرے شہر والوں پر حجت ملزمہ ہوگی۔ وہاں کسی علیحدہ حجت کی ضرورت نہیں، جیسا کہ ایک شہر میں ثبوت رؤیت کی خبر اس کے تمام حصوں پر بلکہ شہر کے مضافات پر بھی حجت ملزمہ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر دو شہروں کا مطلع مختلف ہے تو اگرچہ یہ اختلاف مطالع عندالاحناف ظاہر الروایۃ پر معتبر نہیں مگر ایک شہر میں ثبوت کی خبر دوسرے شہر والوں پر حجت ملزمہ نہ ہوگی بلکہ ان کیلئے مستقل حجت (شهادة علی الشهادة یاشهادة علی القضاء یااستفاضه) ضروری ہے غرض یہ کہ بدائع کی عبارت سے تو بلدان نائیۃ (بعید) صرف اختلاف مطالع کا تحقیق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت ہوا جو بدیھی اور مشاھد و مسلم ہے کوئی عامی بھی اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا، کلام تو اس میں ہے کہ یہ اختلاف مطالع جو مشاھد و مسلم ہے ثبوت رمضان میں شرعاً معتبر بھی ہے یا نہیں؟ بدائع کی عبارت یہ مفہوم بالکل واضح ہے، علاوہ ازیں صاحب بدائع کا بلدان قریبۃ میں شھادۃ علی الشھادۃ وغیرہ کی شرط نہ لگانا نیز اعتبار مطالع میں اختلاف مشہور اور ظاہر الروایۃ میں عدم اعتبار مزبور ہونے کے باوجود اس سے مکمل سکوت اختیار کرنا اور ابو عبداللہ بن ابی موسیٰ الضریر کے فتویٰ سے استشھاد بین (واضح) دلیل ہے کہ یہاں ہلال رمضان میں اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں۔(احسن الفتاوی ۴/۴۶۹)

مفتی صاحب کا یہ جواب واقعتاً صحیح اور درست ہے اس لئے علامہ کاسانیؒ کا اعتبار دیئے یا نہ دینے میں ساکت رہنا اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اس عبارت سے اعتبار کیلئے حجت لینا مناسب نہیں۔

(۵)۔پانچواں دلیل مولانا عبدالحئیؒ کا فتویٰ جو مجموعۃ الفتاویٰ مذکور ہے کہ اور محققین حنفیۃ کے نزدیک یہ ہے کہ جن شہروں میں ایک مہینہ کی مسافت ہو ان میں اختلاف مطالع معتبر ہے اور جن میں اس سے کم فاصلہ ہو ان میں اختلاف مطالع معتبر نہیں۔(مجموعۃ الفتاویٰ اردو ا/۳۵۳)

الجواب: علامہ عبدالحئیؒ لکھنوی کے اصل فارسی فتاویٰ میں اس بارے میں مختلف فتاوی منقول ہے۔اول اور دوم جلدوں میں واقعتاً ایسا ہی فتاوی ذکر ہیں، لیکن آخری جلد سوم میں اس کے خلاف فتویٰ موجود ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نیست و حکم یکجا مفید حکم بجائے دیگر میشود اگر خبر رؤیت ہلال مشتہر شود و انتشار پزیر در (مجموعۃ الفتاوی ۳/۷۰)۔کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ایک جگہ کا حکم دوسری جگہ مفید ہے اگر یہ رؤیت کی خبر مشہور ہو جائے۔علامہ صاحب کا یہ فتویٰ ان فتویٰ سے مختلف ہے۔گویا ممکن ہے کہ انہوں نے بعد میں رجوع کر کے اس رائے کو اختیار کیا اور اسکی وجہ مفتی رشید احمد رحمہ اللہ یہ بیان کی ہے کہ مجموعۃ الفتاویٰ میں اختلاف مطالع کا مسئلہ متعدد جگہ آیا ہے جو مختلف تاریخوں میں لکھا گیا ہے۔جلد اول/۷۷ مورخہ ربیع الاول ۱۲۸۸ء اور صفحہ ۳۷۸ مورخہ شوال ۱۲۹۷ جلد دوم مورخہ شوال ۱۲۹۸ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلد اول پہلے ہے اور جلد دوم اس کے بعد تو ظاہری بات ہے کہ جلد سوم بھی ان دونوں جلدوں کے بعد مرتب ہوئی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہذا یہ آپکا آخری فتویٰ ہے۔ جو آپ کے اول فتاویٰ سے رجوع ثابت کرتی ہے۔

(۶)۔ چھٹا دلیل حضرت مفتی اعظم محمد شفیعؒ اور علامہ محمد یوسف البنوری کے فتویٰ اور اقوال استدلال کرتے ہیں۔ مگر ان حضرات نے بھی آخر میں رجوع فرمایا تھا۔ چنانچہ مفتی رشید احمد صاحب اس بارے میں فرماتے ہیں: مندرجہ بالا تحریر کے بعد ۱۳۔ شوال ۱۳۸۶ھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور بندہ کے اتفاق رائے سے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دے کر پورے ملک میں تنفیذ حکم کے چند تجاویز حکومت بھیجی گئی تھیں الخ۔ (احسن الفتاویٰ ۴/ ۴۸۴)

(۷)۔ ساتواں دلیل: ان دلائل کے علاوہ ایک قیاسی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ نماز ایک حکم شرعی ہے اور اس کا تعلق اوقات سے ہے اور ہر ملک و شہر کے لئے اپنا الگ الگ وقت ہے تو اسی طرح رمضان کا تعلق بھی رؤیت سے اور ہر ایک شہر والوں کیلئے اپنا الگ الگ رؤیت ہونا چاہئیے۔

الجواب: اس قیاس کے بارے میں (۱) علامہ محمد ابوالحسن صاحب تنظیم الاشتات فرماتے ہیں: "کہ اوقات صلوۃ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ رؤیت ہلال میں تو تقدیم و تاخیر ہو سکتی ہے۔ بخلاف اوقات صلوۃ۔ (تنظیم الاشتات۔ ۱/۱۴۱) (۲) علامہ ابن ہمامؒ اس قیاسی دلیل کے جواب میں لکھتے ہیں: "وجه الاول عموم الخطاب فی قوله صوموا معلقاً بمطلق الرؤية فی قوله لرؤيته وبرؤية قوم يصدق اسم الرؤية فيثبت ماتعلق به من عموم الحكم فيعم الوجوب بخلاف الزوال والغروب فانه لم يثبت تعلق عموم الوجوب بمطلق مسماه فی خطاب الشارع (فتح القدیر: ۲/۲۴۲)۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قول صوموا میں خطاب عمومی ہے جو مطلق رؤیت سے متعلق ہے تو ایک قوم کی رؤیت پر رؤیت کا اسم صادق آئے گا۔ پس اس سے عموم حکم ثابت ہو جائے گا جسکی وجہ سے وجوب میں بھی عموم ہوگا۔ بخلاف زوال و غروب کے کہ نفس نام سے عموم وجوب کا تعلق شارع اصل کے کلام سے ثابت نہیں، لہذا ان جوابات سے وضاحت کے ساتھ پتہ چلا کہ اختلاف مطالع کو اعتبار دینے کے جو عبارات و نصوص ذکر کیے جاتے ہیں ان سے استدلال مناسب نہیں، بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کیلئے مثبت حکم ہے بشرطیکہ یہ خبر وہاں طرق شرعی سے پہنچ جائے۔ (جاری ہے)

© rasailojaraid.com